عیسائی مظالم کی ایک جھلک

پروفیسر محمد حسان خان

اسلامی اندلس کی تاریخ گرچہ قصور پارینہ ہے لیکن یہ قصہ اتنا دل کش، حیرت انگیز اور عبرت انگیز ہے کہ کسی نہ کسی پہلو سے یہ بار بار دہرایا جاتا ہے اور یہ کہنا قطعی مبالغہ نہیں کہ اندلس کے مسلمانوں کی شاندار حکومت اور آخر میں ان کو زبردست مظلومی نے اس موضوع کو سارے عالم میں عام کردیا، اس وقت یورپ ولایت ہائے متحدہ امریکہ اور جنوبی امریکہ میں اس ظلم وجبر کی تفصیلات پر بہت زیادہ کام ہورہا ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سے راز ہائے سربستہ بھی کھلتے جاتے ہیں مثلاً یہی کہ کس طرح اسپین کے مسلمانوں نے صدیوں تک چھپ کر اپنے اسلام کی حفاظت کی، بظاہر وہ عیسائی بنالئے گئے تھے لیکن وہ اندر سے پکے سچے مسلمان تھے، اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہے کہ ان لوگوں نے کتنی قربانیاں دی ہیں۔

یعنی یہ تعذیب کے سلسلے کو اب تک جاری رکھنے کی گواہی دے رہے تھے، ہمارے سامنے قیدیوں کی ایک بڑی تعداد تھی، ۱۴ سال سے لے کر ۷۰ سال تک کی عمر کے مرد اور عورت قیدی تھے، بعض قیدی زندہ تھے جن کو ہم نے زنجیریں کاٹ کر زندہ بچایا، وہ زندگی کی آخری سانس لے رہے تھے، ان میں سے بعض ایذاؤں کی زیادتی سے ذہنی توازن کھوچکے تھے، یہ تمام قیدی مادرزاد برہنہ تھے، جن کو ہمارے فوجیوں نے اپنی چادروں سے ڈھانکا، یہ نظارہ عجیب تھا جو یہ بتارہا تھا کہ اسپین میں اسلام کے خاتمہ کے بعد بھی اس کے نام لیوا اب تک موجود تھے جن کو عیسائی ظالموں نے اپنے جاسوسوں کے ذریعہ ڈھونڈ نکالا تھا اور اس تعذیب خانے میں دھکیل دیا تھا، ہم ان بدقسمت قیدیوں کو آہستہ آہستہ روشنی میں لائے کہ وہ برسوں کے اندھیرے کے بعد اچانک روشنی کی وجہ سے اپنی اپنا بینائی نہ کھودیں، یہ قیدی خوشی سے رو رہے تھے اور فوجیوں کے ہاتھ پیر چوم رہے تھے کہ انہیں اس ہولناک عذاب سے نجات ملی اور گویا ان کو دوبارہ زندگی ملی، یہ ایسا منظر تھا کہ پتھر سے پتھر دل بھی رودے، پھر ہم دوسرے کمروں کی طرف منتقل ہوئے، وہاں بھی ایسی چیزیں

دیکھیں کہ بدن پر کپکپی طاری ہوگئی، وہاں ایذائیں دینے کے لئے بہت خطرناک آلات موجود تھے، ہڈی توڑنے اور جسم کا برادہ بنانے کی مشینیں وہاں نصب تھیں، پہلے پیر، پھر سینہ، سر اور ہاتھوں کی ہڈیاں باری باری توڑی جاتی تھی، مشین کے دوسرے سرے سے ہڈیوں کا برادہ اور انسانی گوشت کا قیمہ خون کے ساتھ نکلتا تھا۔ ایک چھوٹا پنجرہ نظر آیا جو انسان کے سر کے برابر تھا اس میں انسان کا سر داخل کر کے مقفل کر دیا جاتا، پھر ہاتھ پیر زنجیروں سے جکڑ دیئے جاتے تھے، اس کے بعد پنجرہ کے اوپر ایک سوراخ سے ٹھنڈے پانی کی ایک ایک بوند تسلسل کے ساتھ اس کے سر پر ڈالی جاتی تھی، قیدی کی موت تک یہ سلسلہ جاری رہتا، بہت سے لوگ اس ایذا سے پاگل ہو جاتے۔

ایذا اور تعذیب دینے کا ایک آلہ تابوت نما صندوق کی شکل میں تھا جس میں نوکیلی چھریاں اور خنجر نصب تھا، اسی طرح صندوق کے ڈھکن میں بھی نوکیلے آلے موجود تھے، مظلوم قیدی کو اس میں لٹا کر ڈھکن کو بند کر دیا جاتا جس سے اس شخص کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ وہاں ایک طرف ایسے ہک بھی دکھائی دیئے جن کو قیدیوں کی زبان یا عورتوں کے پستانوں میں داخل کر کے کھینچا جاتا، جس سے ان اعضاء کے ٹکڑے بکھر جاتے تھے، لوہے کے کوڑے بھی تھے، جن سے مظلوموں کو برہنہ کر کے اتنا مارا جاتا کہ ان کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں اور گوشت جسم سے الگ ہو جاتا، ہم کو یقین نہیں آرہا تھا کہ "اس خوف ناک عذاب کا سلسلہ تین صدیوں تک کیسے جاری رہا" چشم دید حالات کی یہ تفصیلات فرانسیسی کمانڈر کی زبانی ہیں، لیکن المسلم ویب سائٹ پر ڈاکٹر سعید التیمی کا ایک مضمون ۳۰ اگست ۲۰۰۸ء میں ظاہر ہوا جس سے معلوم کہ ہوا کہ اسپین حکومت نے ان تمام آلات اور مشینوں کو ایک میوزیم میں محفوظ کر دیا ہے، عیسائی مذہب کے ماننے والوں کے ان آلات مظالم نے موجودہ حکومت کو شاید جفا سے توبہ کرنے یا توبہ ظاہر کرنے پر مجبور کیا کہ شاید لوگ اس سے عبرت حاصل کر کے اپنا متعصبانہ رویہ تبدیل کریں، انہوں نے اپنے مقالہ میں اسی طرح کے ایک میوزیم کا تذکرہ کیا ہے جس میں یہ سب کچھ محفوظ ہے، اس کا خلاصہ بھی ہم یہاں درج کر رہے ہیں:

"ہم لوگ "مربلہ" سے "رُندہ" پہنچے اور ابوالبقاء میدان کے ایک سرے پر اپنی گاڑی کھڑی کی، مذکورہ ابوالبقاء "رُندہ" کے وہ شاعر ہیں جنہوں نے سقوطِ اندلس کے المیہ کا بذاتِ خود مشاہدہ کیا تھا اور سقوطِ اندلس سے کچھ پہلے انہوں نے ایک نہایت غمگین مرثیہ لکھا تھا، اسپین کی حکومت نے اس میدان کا نام اسی شاعر کے نام پر ابوالبقاء اسکوائر رکھا ہے، رُندہ میں ہم نے وہ بدترین میوزیم دیکھا جس میں ان اسپینی عیسائی ظالموں کی ظالمانہ تاریخ موجود ہے، ہم جب اندلس کے مسلمانوں پر اندوہناک مظالم کے بارے میں پڑھتے تھے تو مبالغہ محسوس ہوتا تھا لیکن اس میوزیم کے دیکھنے کے بعد ہم کو کوئی تردد نہیں رہا، بلکہ اگلوں نے جو تصویر کشی کی ہے وہ اب ہم کو کم نظر آنے لگی، ہم اس میوزیم میں بہت سی حقیقتوں سے واقف ہوئے، یہ ضرور ہے کہ وہاں انسانی ڈھانچے نہیں تھے لیکن ان کی جگہ اسپین کی حکومت نے موم اور دوسری دھاتوں کے انسانی ڈھانچے بنا کر تاریخ کی سچائیوں کو پیش کر دیا ہے، ہماری نظریں تاریخ کے اس عدیم المثال انسانیت سوز مظاہر پر

تھیں اور زبان پر ان وحشی شیطانوں کے لئے لعنت تھی جنہوں نے انسانی جسم میں رہ کر انسانیت کو شرم سار کیا تھا، میوزیم میں داخل ہوتے ہی وہی منظر سامنے آئے جن کا مشاہدہ نپولین کی فوج نے کیا تھا، میوزیم میں ان منظر کی پوری تصویر کشی کی گئی تھی، جہاں عدالت کا منظر تھا، ایک کرسی جس پر مسلمان قیدیوں سے اقبال جرم کرایا جاتا تھا لیکن بیٹھنے کی جگہ پر نہایت نوکیلی کیلیں تھیں جس پر بیٹھتے ہی انسان کی جان جسم سے نکلنے کے لئے بے تاب ہو جاتی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے یہ کرسی اپنے بیٹھنے والے کے گوشت، لہو اور ہڈیوں کا رشتہ ختم کر دیتی تھی، جسم پارہ پارہ ہوتا، مسلسل یہی عمل جاری رہتا، جس کی نشاندہی اس کرسی پر لگے زنگ سے ہوتی ہے کہ مسلسل خون صاف کرنے کے لئے اس کرسی کو پانی سے دھویا جاتا، اسی کے اثر سے اس میں زنگ لگ گیا، ہمارے سامنے زنگ آلود کرسی اسی حقیقت کو بیان کر رہی تھی۔

چشم تصور میں وہ مظلوم اور بے گناہ مسلمان جوان، بچے، بوڑھے، مرد وعورت سب تھے کہ یہ نوکیلی دھاتیں دھیرے دھیرے ان کے سینوں، رانوں، پنڈلیوں اور پیٹ میں داخل ہو رہی تھیں، اور اب ان کا کرب ہم محسوس کر رہے تھے، بلکہ ایک عجیب صدمے سے دوچار تھے، بے اختیار ان انسان نما وحشیوں پر زبانوں سے لعنتیں جاری ہو گئیں، یہ ان ظالم وجابر وحشی اسپینی حکمرانوں کا ایسا عار ہے جو کبھی دھل نہیں سکتا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا کام صرف ایذائیں دینے کی نئی نئی ترکیبیں نکالنا اور اس کی مشینیں اور آلات ایجاد کرنا تھا۔

ان مختلف آلات قتل میں ایک آلہ ایسا تھا جس سے آدمی دھیرے دھیرے مرتا ہے، دوسرا آلہ وہ تھا جس سے تکلیف کے ساتھ گلا دبایا جاتا تھا، بہت خطرناک قسم کے ہک جن سے جسم کے اعضاء کے پرخچے اڑائے جاتے تھے، وہاں ایسے آلے نمونے کے طور پر موجود تھے جن سے جسم کے دو حصے کر دیئے جاتے تھے، ایسے پنجرے جس میں قیدی موت تک کھڑا رہے، آڑے پنجرے جس میں انسان مرنے تک لیٹا رہے، خطرناک رسیاں جو جسم کے حصوں کو باندھ کر مختلف سمتوں میں کھینچتی تھیں ایک آلۂ قتل ایسا بھی تھا جس سے آہستہ آہستہ پیچھے سے گردن کو دبایا جاتا تھا، جس میں کیلیں بھی پیوست تھیں، ایک آلۂ قتل ایسا تھا جس سے پیٹھ اور ریڑھ کی ہڈی توڑی جاتی تھی۔ ان ظالمانہ آلات اور ان کے ذریعہ سزاؤں کی سچی تعبیر موم کے پتلوں کے ذریعہ اتنی مہارت سے پیش کی گئی ہے کہ ان کو دیکھ کر میں لرز اٹھا اور اچانک بے ارادہ چیخنے لگا، دوستوں اور دوسرے سیاحوں کی مدد سے میرے ہوش واپس آئے، سچائی یہی ہے کہ یہ ایسے منظر تھے جو شاید کسی بھی دیکھنے والے کو بے ہوش کر دینے کیلئے کافی تھے۔ اسپین کے متعصب بادشاہ اور ظالم پادریوں نے یہ حشر ان مسلمانوں کا کیا جو ان کے سب سے بڑے محسن تھے، جنہوں نے اپنے آٹھ سو سالہ دور حکومت میں اس خطہ کو علم ودانش اور تہذیب وتمدن کی جنت اور دنیا کی سب سے ترقی یافتہ مملکت بنا دیا تھا اور پھر یہی تہذیب وترقی شمالی یورپ کی طرف منتقل ہو کر یورپ کی نشاۃِ ثانیہ کا ذریعہ بنی تھی لیکن مسیحی دنیا کی یہ بے غیرتی بھی کم تکلیف دہ نہیں کہ ان کی زبانیں اب بھی یہی کہتی ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا، ان کے اندر حسد اور دلوں کی سختی اور ان کے مزاجوں کی درندگی اس وقت بھی تھی اور آج بھی ہے۔ ☆